

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَدِقِينَ ﴿٦﴾ بَلْ كَذَبُوا
يَمَا لَهُ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَكُمْ تَأْتِيهِ الْحُكْمُ كَذَلِكَ كَذَبَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَإِنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّلَمِينَ ﴿٧﴾
وَمِنْهُمْ مَنْ يَؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ
بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٨﴾ وَإِنْ كَذَبُوكَ فَقُلْ لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ﴿٩﴾

اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو۔ [۳۶] اصل یہ ہے کہ جو چیزان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مامال بھی ان کے سامنے نہیں آیا، اس کو انہوں نے (خواہ خواہ انکل پچھو) جھٹلا دیا۔ [۳۷] اسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، پھر دیکھ لوآن ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لا سکیں گے اور کچھ نہیں لا سکیں گے اور تیرارب ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ [۳۸] اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کہہ دے کہ ”میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے“

”الکتاب کی تفصیل ہے“، یعنی ان اصولی تعلیمات کو جو تمام کتب آسمانی کا لب لب (الکتاب) میں، اس میں پھیلا کر دلائل و شواہد کے ساتھ، تلقین و تفہیم کے ساتھ، تشریح و توضیح کے ساتھ، اور عملی حالات پر اطباق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ [۳۹] عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شخص قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے تھا۔ اعجاز قرآن پر جس انداز سے بھیں کی گئی ہیں اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کچھ بعد بھی نہیں ہے۔ لیکن قرآن کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ اپنی یکتاں و بنیظیری کے دعوے کی بنیاد پر کھے۔ بلاشبہ قرآن اپنی زبان کے لحاظ سے بھی لا جواب ہے، مگر وہ اصل چیز جس کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ انسانی دماغ ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا، اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس میں اعجاز کے جو جو پہلو ہیں اور جن وجوہ سے ان کا من جاتب اللہ ہونا یقین اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا غیر ممکن ہے ان کو خود قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور ہم ایسے تمام مقامات کی تشریح پہلے بھی کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ اس لیے یہاں بخوف طوال اس بحث سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

[۴۰] تکنذیب یا تو اس بنیاد پر کی جاسکتی تھی کہ ان لوگوں کو اس کتاب کا ایک جعلی کتاب ہونا تحقیقی طور پر معلوم ہوتا۔ یا پھر اس بنیاد پر وہ معقول ہو سکتی تھی کہ جو حقیقتیں اس میں بیان کی گئی ہیں اور جو خبریں اس میں دی گئی ہیں وہ غلط ثابت ہو جاتیں۔ لیکن ان دونوں وجہوں تکنذیب میں سے کوئی وجہ بھی یہاں موجود نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ از روئے علم جانتا ہے کہ یہ کتاب گھر کر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ نہ کسی نے پر وہ غائب کے پیچھے جھانک کریا یا کیجا یا ہے کہ واقعی بہت سے خدا موجود ہیں اور یہ کتاب خواہ خواہ ایک خدا کی خبر سناری ہے، یا فی الواقع خدا اور فرشتوں اور وحی وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کتاب میں خواہ خواہ یہ افسانہ بنالیا گیا ہے۔ نہ کسی نے مرکرید کیجا یا ہے کہ دوسری زندگی اور اس کے حساب کتاب اور جزا اور ساری خبریں جو اس کتاب میں دی گئی ہیں غلط ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ذرے شک اور مگماں کی بنیاد پر اس شان سے اس کی تکنذیب کی جا رہی ہے کہ گویا علمی طور پر اس کے جعلی اور غلط ہونے کی تحقیق کر لی گئی ہے۔

[۴۱] ایمان نہ لانے والوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ ”خدا ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے“، یعنی وہ دنیا کا منہ تو یہ باتیں بنانے کر

أَنْتُمْ بِرِيَّوْنَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بِرِيَّ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ ۳۹
 وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُوْنَ إِلَيْكَ طَافَاتٌ تُسْبِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا
 يَعْقِلُوْنَ ۚ ۴۰ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظَرُ إِلَيْكَ طَافَاتٌ تَهْدِي الْعُمَّى وَلَوْ
 كَانُوا لَا يُبَصِّرُوْنَ ۚ ۴۱ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلِكُنَّ

جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری سے تم بربادی ہو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بربادی ہوں۔ [۴۹]
 ان میں بہت سے لوگ ہیں جو تیری باتیں سنتے ہیں، مگر کیا تو بہرہوں کو سنائے گا خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں؟ [۵۰]
 ان میں بہت سے لوگ ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں، مگر کیا تو انہوں کو راہ بتائے گا خواہ انہیں کچھ نہ سمجھتا ہو؟ [۵۱] حقیقت یہ
 ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا،

بند کر سکتے ہیں کہ صاحب ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی اس لیے نیک نیتی کے ساتھ ہم اسے نہیں مانتے، لیکن خدا جو قلب دغیر کے چھپے
 ہوئے رازوں سے واقف ہے وہ ان میں سے ایک ایک شخص کے متعلق جانتا ہے کہ کس کس طرح اس نے اپنے دل و دماغ پر قفل چڑھائے،
 اپنے آپ کو غلطتوں میں گم کیا، اپنے ضمیر کی آواز کو دبایا، اپنے قلب میں حق کی شہادت کو ابھرنے سے روکا، اپنے ذہن سے قبول حق کی
 صلاحیت کو مٹایا، ان کرنے سنا، سمجھتے ہوئے نہ سمجھنے کی کوشش کی اور حق کے مقابلہ میں اپنے تعصبات کو، اپنے دینی مفاد کو، اپنی باطل سے الجھی
 ہوئی اغراض کو اور اپنے نفس کی خواہشوں اور رغبتوں کو ترینج دی۔ اسی بنابرہ "معصوم گمراہ" نہیں ہیں بلکہ درحقیقت مفسد ہیں۔

[۴۹] یعنی خواہ خواہ جھگڑے اور کج بختیاں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر میں افترا پر دازی کر رہا ہوں تو اپنے عمل کا میں خود
 ذمہ دار ہوں تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اور اگر تم پچھی بات کو جھٹالا رہے ہو تو میرا کچھ نہیں رکارتے، اپنا ہی کچھ بگاڑ رہے ہو۔
 [۵۰] ایک سنا تواں طرح کا ہوتا ہے جیسے جانور بھی آوازن لیتے ہیں۔ دوسرا سنا وہ ہوتا ہے جس میں معنی کی طرف توجہ ہو اور
 یہ آمادگی پائی جاتی ہو کہ بات اگر معقول ہو گئی تو اسے مان لیا جائے گا۔ جو لوگ کسی تعصب میں مبتلا ہوں، اور جنہوں نے پہلے سے فیصلہ کر لیا
 ہو کہ اپنے موروثی عقیدوں اور طریقوں کے خلاف اور اپنے نفس کی رغبتوں اور دلچسپیوں کے خلاف کوئی بات، خواہ وہ کیسی ہی معقول ہو،
 مان کرنے دیں گے، وہ سب کچھ سن کر بھی نہیں سنتے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی کچھ سن کر نہیں دیتے جو دنیا میں جانوروں کی طرح غفلت کی
 زندگی بسر کرتے ہیں اور چرخے چلنے کے سوا کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، یا نہ کسی لذتوں اور خواہشوں کے پیچھے ایسے مست ہوتے
 ہیں کہ انہیں اس بات کی کوئی قدرتی نہیں ہوتی کہ تم یہ جو کچھ کر رہے ہیں یہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ ایسے سب لوگ کانوں کے تو بہرے نہیں
 ہوتے مگر دل کے بہرے ہوتے ہیں۔

[۵۱] یہاں بھی وہی بات فرمائی گئی ہے جو اپر کے فقرے میں ہے۔ سرکی آنکھیں کھلی ہونے سے کچھ فائدہ نہیں، ان سے تو جانور
 بھی آخذ رکھتا ہی ہے۔ اصل چیز دل کی آنکھوں کا کھلا ہوتا ہے۔ یہ چیز اگر کسی شخص کو حاصل نہ ہو تو وہ سب کچھ دیکھ کر بھی کچھ نہیں دیکھتا۔
 ان دونوں آیتوں میں خطاب تو نبی ﷺ سے ہے مگر ملامت ان لوگوں کو کی جا رہی ہے جن کی اصلاح کے آپ درپے تھے۔ اور
 اس ملامت کی عرض بھی محض ملامت کرنا نہیں ہے بلکہ طرز کا تیر و نشتر اس لیے چھوپایا جا رہا ہے کہ ان کی سوتی ہوتی انسانیت اس کی چھپن سے

النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُحْشَرُ هُمْ كَانُ لَمْ يَلْبِسُوا
إِلَّا سَاعَةً مِّنَ التَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِلِقَاءُ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ وَإِمَّا تُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي
نَعِدُهُمْ أَوْ نَتُوَفِّيَكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا

لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ [۵۲] (آج یہ دنیا کی زندگی میں مست ہیں) اور جس روز اللہ ان کو اکھا کرے گا تو (یہی دنیا کی زندگی اپنی محسوس ہوگی) گویا یہ محسن ایک گھری بھرا پس میں جان پیچان کرنے کو ٹھیک رہے تھے۔ [۵۳] (اس وقت تحقیق ہو جائے گا کہ) فی الواقع سخت گھائی میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹالا یا [۵۴] اور ہرگز وہ را اور است پر نہ تھے۔ جن بڑے نتائج سے ہم انھیں ڈرار ہے ہیں ان کا کوئی حصہ ہم تیرے جیتے جی دکھادیں یا اس سے پہلے ہی تجھے انھا لیں، بہر حال انھیں آنا ہماری ہی طرف ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔

کچھ بیدار ہو اور ان کی چشم و گوش سے ان کے دل تک جانے والا راستہ کھلے، تاکہ معقول بات اور درمندانہ نصیحت وہاں تک پہنچ سکے۔ یہ انداز بیان کچھ اس طرح کا ہے جیسے کوئی یہک اس کے درمیان بلند ترین اخلاقی سیرت کے ساتھ رہتا ہو اور نہایت اخلاص و درمندی کے ساتھ ان کو ان کی اُس گری ہوئی حالت کا احساس دلا رہا ہو جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں اور بڑی معقولیت و سنجیدگی کے ساتھ انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہو کہ ان کے طریق زندگی میں کیا خرابی ہے اور صحیح طریق زندگی کیا ہے۔ مگر کوئی نہ تو اس کی پاکیزہ زندگی سے سبق لیتا ہو نہ اس کی ان خیر خواہانہ متفقتوں کی طرف توجہ کرتا ہو۔ اس حالت میں عین اُس وقت جب کہ وہ ان لوگوں کو سمجھانے میں مشغول ہو اور وہ اس کی باقتوں کو سئی ان سی کیے جارہے ہوں، اس کا کوئی دوست آ کر اس سے کہے کہ میاں یتم کن بہروں کو منار ہے ہو اور کن انہوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہو، ان کے قو dalle کے کان بند ہیں اور ان کی ہیے کی آنکھیں پھوٹی ہوئی ہیں۔ یہ بات کہنے سے اس دوست کا منشاء نہیں ہو گا کہ وہ مرد صاحب اپنی سیکی اصلاح سے بازا آجائے۔ بلکہ دراصل اس کی غرض یہ ہوگی کہ شاید اس طراو رملامت ہی سے ان نیند کے ماتوں کو کچھ ہوش آجائے۔

[۵۲] یعنی اللہ نے تو انھیں کان بھی دیے ہیں اور آنکھیں بھی اور دل بھی۔ اس نے اپنی طرف سے کوئی ایسی چیز ان کو دینے میں بخل نہیں کیا ہے جو حق و باطل کا فرق دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ضروری تھی۔ مگر لوگوں نے خواہشات کی بندگی اور دنیا کے عشق میں بنتا ہو کر آپ ہی اپنی آنکھیں پھوٹلی ہیں، اپنے کان بھرے کر لیے ہیں اور اپنے دلوں کو اتنا مخ کر لیا ہے کہ ان میں بھلے برے کی تیز، صحیح و غلط کے فہم اور ضمیر کی زندگی کا کوئی اثر باتی نہ رہا۔

[۵۳] یعنی جب ایک طرف آخرت کی بے پایاں زندگی ان کے سامنے ہو گی اور دوسری طرف یہ پلٹ کر اپنی دنیا کی زندگی پر نگاہ ڈالیں گے تو انھیں مستقبل کے مقابلے میں اپنایہ ماضی نہایت حیر محسوس ہو گا۔ اس وقت ان کو اندازہ ہو گا کہ انہوں نے اپنی سابقہ زندگی میں تھوڑی سی لذتوں اور متفقتوں کی خاطر اپنے اس ابدی مستقبل کو خراب کر کے کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب کیا ہے۔

[۵۴] یعنی اس بات کو کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

يَفْعُلُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ ۝ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْقُسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ
صَدِيقِينَ ۝ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ
اللَّهُ ۝ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۝ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً
وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَكُمْ عَذَابًا بِيَاتًا أَوْ نَهَارًا

ہرامت کے لیے ایک رسول ہے۔ [۵۵] پھر جب کسی امت کے پاس اُس کا رسول آ جاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔ [۵۶] کہتے ہیں اگر تمہاری یہ حکمی بھی ہے تو آخر یہ کب پوری ہوگی؟ کہو ”میرے اختیار میں تو خود اپنا نفع و ضرر بھی نہیں، سب کچھ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔“ [۵۷] ہرامت کے لیے مہلت کی ایک مدت ہے، جب یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھری بھر کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہوتی۔ [۵۸] ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ کا عذاب اچانک رات کو یادن کو آ جائے (تو تم کیا کر سکتے ہو؟)

[۵۵] ”امت“ کا الفاظ یہاں مخصوص قوم کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ ایک رسول کی آمد کے بعد اس کی دعوت جن جن لوگوں تک پہنچے وہ سب اس کی امت ہیں۔ نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ رسول ان کے درمیان زندہ موجود ہو، بلکہ رسول کے بعد بھی جب تک اس کی تعلیم موجود رہے اور ہر شخص کے لیے یہ معلوم کرنا ممکن ہو کہ وہ درحقیقت کس چیز کی تعلیم دیتا تھا، اس وقت تک دنیا کے سب لوگ اس کی امت ہی قرار پائیں گے اور ان پر وہ حکم ثابت ہو گا جو آگے بیان کیا جا رہا ہے۔ اس لحاظ سے محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد تمام دنیا کے انسان آپ کی امت ہیں اور اس وقت تک رہیں گے جب تک قرآن انی خالص صورت میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے آیت میں نہیں فرمایا گیا کہ ”ہر قوم میں ایک رسول ہے“ بلکہ ارشاد یہ ہوا ہے کہ ”ہرامت کے لیے ایک رسول ہے۔“

[۵۶] مطلب یہ ہے کہ رسول کی دعوت کا کسی گروہ انسانی تک پہنچنا گویا اُس گروہ پر اللہ کی جنت کا پورا ہو جانا ہے۔ اس کے بعد صرف فیصلہ ہی باقی رہ جاتا ہے، کسی مزید اتمام جنت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور یہ فیصلہ غایت درجہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جو لوگ رسول کی بات مان لیں اور اپنارویہ درست کر لیں وہ اللہ کی رحمت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اور جو اس کی بات نہ مانیں وہ عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ عذاب دنیا اور آخرت دونوں میں دیا جائے یا صرف آخرت میں۔

[۵۷] یعنی میں نے یہ کب کہا تھا کہ یہ فیصلہ میں چکاؤں گا اور نہ مانے والوں کو میں عذاب دوں گا۔ اس لیے مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ فیصلہ چکائے جانے کی دھمکی کب پوری ہوگی۔ دھمکی تو اللہ نے دی ہے، وہی فیصلہ چکائے گا اور اسی کے اختیار میں ہے کہ فیصلہ کب کرے اور کس صورت میں اس کو تمہارے سامنے لائے۔

[۵۸] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد باز نہیں ہے۔ اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت رسول کی دعوت کسی شخص یا گروہ کو پہنچے اُسی وقت جو ایمان لے آیا مس وہ تو رحمت کا مستحق قرار پایا اور جس کسی نے اس کو مانتے سے انکا کیا یا مانتے میں تامل کیا اُس پر فوراً عذاب کا فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ نہیں، اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ اپنا پیغام پہنچانے کے بعد وہ ہر فرد کو اس کی انفرادی حیثیت کے مطابق، اور ہر گروہ اور